تعمیر بیت اللہ کے تمام مقاصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ذریعہ پورے ہونگے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶؍ جون ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ ابراہیمی دعاؤں کے نتیجہ میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔

☆ اللہ تعالیٰ کے قرب، طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے تمہیں کوشش اور مجاہدہ کرنا پڑے گا۔

☆ موجودہ نسل کا صحیح تربیت پانا غلبہ اسلام کے لئے اشد ضروری ہے۔

☆ آئندہ بیس پچیس سال اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے بڑے ہی اہم اور انقلابی ہیں۔

☆ پہلے بڑوں کی تربیت کرنا ضروری ہے تا کہ ان کے ذریعہ چھوٹوں کی تربیت کی جاسکے۔

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

کل قریباً سارا دن شدید دردِ سر کا دورہ رہا اور اس وقت میں کافی ضعف محسوس کر رہا ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ جن تیئیس (۲۳) مقاصد کے متعلق (جن کا تعلق بیت اللہ سے ہے) میں نے سلسلہ خطبات شروع کیا ہے اس کو جاری رکھوں اور جو آخری غرض اور مقصد بیان ہونا رہ گیا تھا اس کے متعلق آج کے خطبہ میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔

تعمیر بیت اللہ کی تیئیسویں غرض رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (البقرۃ: ۱۳۰) میں بیان ہوئی تھی اور اس آیت میں بتایا گیا تھا کہ ایک ایسا نبی یہاں مبعوث کیا جائے گا جو قیامت تک زندہ رہے گا اور اپنے فیوض کے ذریعہ اور افاضۂ روحانی کی وجہ سے اس پر کبھی موت وارد نہ ہوگی، ہمیشہ کی زندگی اس کو عطا کی جائے گی اور اسے ایک ایسی شریعت دی جائے گی جو ہمیشہ رہنے والی ہوگی، منسوخ نہیں ہوگی کیونکہ وہ اَلْكِتَابُ (ایک کامل اور مکمل شریعت) ہوگی اور ایک ایسی امت پیدا کی جائے گی جو بصیرت پر قائم ہوگی۔ حکمت اسے سمجھائی جائے گی اور دلائل اسے عطا کئے جائیں گے اور زندہ خدا اور زندہ نبی اور زندہ شریعت سے اس کا تعلق ہوگا۔

یہ مقصد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پورا ہوا ہے جیسا کہ خود قرآن کریم نے اس کا دعویٰ کیا ہے جس پر میں ابھی روشنی ڈالوں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

”دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہوگئی؟ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ

دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔‘‘

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۹۶۔ الحکم جلد نمبر ۷ صفحہ ۸۔ ۲۸؍ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۲)

اس آیہ کریمہ میں پانچ باتوں کا ذکر ہے:۔

اوّل:۔ عبد کامل کے ظہور کا۔

دوسرے:۔ آیات بینات کے لامتناہی سلسلہ کا۔

تیسرے:۔ کامل شریعت کے نزول اور قیامت تک اس کے قائم رہنے کا۔

چوتھے:۔ احکام شریعت کی حکمت بیان کرنے کا............اور

پانچویں:۔ یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے نتیجہ میں قدوسیوں کی ایک جماعت قیامت تک پیدا ہوتی رہے گی۔

قرآن کریم کے متعدد مقامات پر یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ ان ابراہیمی دعاؤں کے نتیجہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی ہے۔ اس وقت میں سورۂ نمل کی چند آیات اپنے دوستوں کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ وَاَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ○ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (النمل: ۹۲ تا ۹۴)

جب ہم اس بات کا جو پہلی آیت میں بیان ہوئی ہے (یعنی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ) تجزیہ کرتے ہیں اور سیاق وسباق کو سامنے رکھ کر اور ضمیر کو ظاہر کر کے دیکھتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہماری سمجھ میں آتے ہیں کہ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ کا یہ مفہوم ہے کہ اے ابراہیم اور اسمٰعیل کے ربّ جن کے ذریعہ سے تو نے از سرِ نو تعمیر کعبہ کروائی ہے اور اپنے معزز گھر کی حرمت کا اعلان کیا ہے تو اس بیت حرام میں رہنے والوں میں سے ایک عظیم روح کو کھڑا کر۔ اس کو اپنی ربوبیت میں لے۔ اسے مصطفیٰ اور مجتبیٰ بنا اور اپنے انتہائی قرب سے اس کو نواز اور ایک کامل اور مکمل شریعت دے کر اپنے رسول اور کامل مقتدا کی حیثیت میں اسے دنیا کی طرف بھیج تا وہ بنی نوع انسان کو

اللہ ربّ العالمین کی طرف بلائے اور توحید خالص پر انہیں قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے دنیا میں یہ منادی کروائی کہ

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا

ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کی دعا قبول ہوئی اور مجھے ربّ العالمین نے حکم دیا ہے کہ میں اس بلدِ حرام، اس بیت اللہ کے ربّ کی عبادت کو اپنے کمال تک پہنچا کر ایک عبد کامل کی شکل میں ظاہر ہو کر بنی نوع انسان کو اللہ، ربّ کعبہ، ربّ بلدِ حرام کی طرف بلاؤں۔ اس ہستی کی طرف (وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ) جو کامل قدرتوں والی ہے اور تمام اسمائے حسنیٰ سے متصف ہے۔ جو چاہتی ہے وہ ہستی کرتی ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کے مقابل نہیں ٹھہر سکتی اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اَلْمُسْلِمُوْنَ کے گروہ میں شامل ہو کر ایک مسلم کا کامل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کروں۔ غرض وہاں ابراہیم اور ان کی نسل کے منہ سے یہ دعا نکلوائی اور قرآن کریم نے اسے محفوظ کیا اور یہاں نبی اکرم ﷺ کے منہ سے دنیا میں یہ منادی کروائی کہ اس بلدِ حرام کے ربّ کی عبادت کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور ابراہیمی دعاؤں کے نتیجہ میں میں آج دنیا کی ہدایت کے لئے کھڑا ہوں۔

دوسری اور تیسری اور چوتھی بات جو یہاں بیان ہوئی تھی، وہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ میں بیان ہوئی تھی یعنی ایک عبد کامل ظاہر ہوگا اور عبد کامل کے ظہور کے ساتھ دنیا آیات بینات کا ایک لامتناہی سلسلہ مشاہدہ کرنے لگے گی۔ وہ اَلْكِتٰبَ کی تعلیم دے گا اور جو احکام وہ اس کامل اور مکمل کتاب سے بیان کرے گا ان کی حکمت بھی ساتھ ہی ساتھ انہیں بتائے گا دیکھو وَاَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہیں آیات کا بیان کرنا کتاب کا سکھانا اور حکمت اور وجوہ کے متعلق تفصیلی روشنی ڈالنا یہ تینوں چیزیں جو اس دعا میں شامل تھیں وہ اَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ میں پائی جاتی ہیں کیونکہ قرآن کریم کے محاورہ میں تلاوت کا لفظ آیات کے بیان کرنے اور ان کے سیکھنے سکھانے اور ان سے اثر قبول کرنے اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کے متعلق بھی بولا جاتا ہے اور کتاب اور اس کی حکمت کو پڑھنے، سنانے اور اس پر عمل کرنے اور کروانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے مفردات راغب میں تِلَاوَةٌ کے لغوی معنی یہ کئے گئے ہیں کہ

اَلتِّلَاوَةُ تَخْتَصُّ بِاِتِّبَاعِ كُتُبِ اللّٰهِ الْمُنَزَّلَةِ تَارَةً بِالْقِرَآءَةِ

وَتَارَةً بِالْاِرْتِسَامِ لِمَا فِيْهَا مِنْ اَمْرٍ وَّنَهْيٍ وَتَرْغِيْبٍ وَتَرْهِيْبٍ

(مفردات راغب کتاب القاء زیر تلٰی)

کہ تلاوت خاص طور پر مخصوص ہے اس معنی کے ادا کرنے میں کہ ان کتب کی اتباع کی جائے جو آسمان سے نازل ہوتی ہیں اور یہ اتباع دو طریق سے ہوتی ہے، قراءت کے ساتھ اور احکام پر عمل پیرا ہو کر (حکم کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے اندر جو اَوامر و نواہی ہیں ان پر عمل پیرا ہونا بھی تلاوت کے اندر شامل ہے) اور ترغیب و ترہیب کے ذریعہ سے وہ کتاب جو اثر ڈالنا چاہتی ہے اس اثر کو قبول کرے یعنی جو حکمتیں بیان کی گئی ہوں ان حکمتوں سے متاثر ہونا یہ معنی بھی تلاوت کے اندر پائے جاتے ہیں۔

قرآن کریم میں سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا (الانفال:۳)

یعنی کہ مومن وہ ہیں کہ جب آیات آسمانی ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی زیادتی ایمان کا باعث بنتی ہیں۔ میں یہاں یہ بتا رہا ہوں کہ آیات کے متعلق بھی تلاوت کا لفظ قرآن کے محاورہ میں استعمال ہوا ہے اسی طرح کتاب کے پڑھنے اور جو کچھ اس میں بیان کیا گیا ہے اس پر عمل کرنے اور دنیا کے لئے اپنا اسوہ پیش کرنے کے متعلق بھی تلاوت کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (عنکبوت:۴۶) کہ اپنے ربّ کی کتاب میں سے جو وحی تیرے پر نازل ہو رہی ہے (وحی کا سلسلہ اس وقت جاری تھا) اس کی تلاوت کر، یعنی اس پر عمل پیرا ہو اور اسے پڑھ (آدمی جو کچھ پڑھتا ہے وہ دوسروں کو سنانے کے لئے بھی پڑھتا ہے اور اپنے لئے بھی اور چونکہ پہلے مخاطب اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی لئے اس کے معنی یہ ہوں گے کہ عمل پیرا ہو کر ان لوگوں کے لئے قابل تقلید نمونہ بن جا) انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن کریم نے ہمیشہ یہ فرمایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ اور ندا یہی ہوتی ہے کہ میں اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ہوں یعنی سب سے پہلے میں ہی ان احکام اور نواہی پر عمل کرنے والا ہوں، میں اپنی گردن خدا کے حکم کے نیچے رکھتا ہوں اور اس رنگ میں تمہارے لئے بطور قائد کے ایک نمونہ پیش کرتا ہوں میں یہ نہیں کہتا کہ یہ راستہ اللہ تک پہنچاتا ہے تم اس پر چلو میں یہ کہتا ہوں کہ یہ راستہ خدا کی طرف پہنچانے والا ہے، میں اس پر چل رہا ہوں میرے پیچھے پیچھے آؤ تا کہ تم بھی خدا تک پہنچ جاؤ۔ پس لغوی معنی کے لحاظ سے علم و عمل سے اس کی اتباع کرنا مفردات راغب

کے نزدیک تلاوت کے معنی میں شامل ہے، علم سے اتباع کرنا حکمت کی باتیں بتا کر اور عمل سے اتباع کرنا ان باتوں کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھال کر۔ غرض اللہ تعالیٰ نے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ کہلوایا کہ وَاَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ میں یہ قرآن تمہیں پڑھ کے سناؤں۔ قرآن کا لفظ خود قرآن کریم نے آیات کیلئے بھی استعمال کیا ہے۔ فرمایا بَلْ هُوَ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ (عنکبوت: ۵۰) کہ یہ آیات بینات ہیں اور اس لئے اَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ کے معنی یہ ہوں گے کہ میں آیات بینات تمہارے سامنے پڑھ کے سناؤں۔ اسی طرح قرآن کریم کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ ایک کامل شریعت ہے۔ اس لئے اَنْ اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے کامل شریعت کتاب کی شکل میں بھی اور اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ کی شکل میں بھی رکھوں کیونکہ جب آپ کے اخلاق کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا تم قرآن کو پڑھ لو (كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ)

پس دعا یہ تھی کہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وہ نبی آیات بینات دنیا کے سامنے پیش کرتا چلا جائے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دعا قبول ہوئی اور خدا کے حکم سے میں اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ قرآن کریم کی آیات و بینات دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

پھر دعا یہ تھی کہ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ میں کامل شریعت اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

پھر دعا یہ تھی کہ وہ حکمت کی باتیں سکھائے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَتْلُوَ الْقُرْاٰنَ میں یہ قرآن جو حکمت سے پُر اور بھرا ہوا ہے اور حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ ہے اسے دنیا کے سامنے رکھ رہا ہوں تو ان تینوں دعاؤں کی قبولیت کے نتیجہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے ایک دو لفظی فقرہ کہلوایا اور تینوں باتوں کی طرف اشارہ کر دیا اور ان معنی کی لغت بھی تصدیق کرتی ہے۔

پانچویں چیز یہ تھی کہ يُزَكِّيْهِمْ وہ ان کا تزکیہ کرے۔ نبی کریم ﷺ نے يُزَكِّيْهِمْ کے مقابلہ میں ان آیات میں یہ فرمایا کہ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ (یونس: ۱۰۹) یعنی ابراہیمی دعا کے مفہوم سے زائد مفہوم دنیا کے سامنے رکھا۔ فَمَنِ اهْتَدٰى میں یہ اعلان کیا کہ میں تزکیۂ نفس کے سارے سامان لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ اس لئے يُزَكِّيْهِمْ والی دعا پوری ہوگئی۔ لیکن میں تمہیں یہ

بتاتا ہوں کہ تمہارا تزکیۂ نفس کسی جبر کے نتیجہ میں نہیں کیا جائے گا۔ تزکیۂ نفس کے یہ سامان ہیں اور میں ان سامانوں کو تمہارے سامنے رکھتا ہوں۔

فَمَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِيۡ لِنَفۡسِهٖ

اب تمہیں خود مجاہدہ کر کے، اب تمہیں خود قربانیاں دے کر، اب تمہیں خود خلوص نیت کا اظہار کرتے ہوئے خدا کی راہ میں اپنی جانوں کو لٹا کر اپنے لئے تزکیۂ نفس پیدا کرنا ہوگا سامان میں لے آیا ہوں مگر یہ تزکیۂ نفس جبراً تم پر ٹھونسا نہیں جائے گا بلکہ آزادی ضمیر ہے اور تزکیہ کے سامان ہیں ان کا استعمال کرنا، ان سے فائدہ اُٹھانا اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب کو حاصل کرنا اور طہارت اور پاکیزگی کامل جانا اس کیلئے تمہیں کوشش کرنی پڑے گی کوئی غیر یا بالائی طاقت تمہیں مجبور کر کے تمہارا تزکیۂ نفس نہیں کرے گی اور نہ کر سکتی ہے۔ تو فَمَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِيۡ لِنَفۡسِهٖ ہدایت کا سامان آ گیا ہے تزکیۂ نفس کا سامان آ گیا ہے جو شخص اس تزکیۂ نفس کے سامان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے ہدایت کی راہ ڈھونڈ ھ لیتا ہے وہ اپنے نفس کو فائدہ پہنچانے والا ہے۔ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا (یونس: ۱۰۹) اور جو تزکیۂ نفس کے سامانوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور ہدایت کی راہوں کی طرف متوجہ نہیں ہوتا ہدایت کی راہوں کی بجائے ضلالت کی راہوں پر چل پڑتا ہے اور اپنے پیدا کرنے والے ربّ کی بجائے شیطان کی طرف منہ کر کے اس کی پیروی کرنے لگتا ہے۔ تو میں اسے یہ بتا دیتا ہوں کہ تمہیں اس گمراہی سے روکنے کے لئے بھی جبر سے کام نہیں لیا جائے گا۔ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ (سورۃ نمل: ۹۳) میں تو ڈرانے والے منذر رسولوں میں سے ایک رسول ہوں یہ صحیح ہے کہ سب سے بڑا ہوں، سب سے افضل ہوں، سب سے اعلیٰ ہوں اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہوں لیکن میری حیثیت منذر کے علاوہ اور کچھ نہیں میں نے تم پر جبر نہیں کرنا میں نے جبر سے ضلالت کی راہوں سے تمہیں ہٹانا نہیں اور ہدایت کی راہوں کی طرف تمہیں لانا نہیں۔ وَقُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ یہ کہہ دے کہ اللہ ہی کی سب تعریف ہے جس نے اسلام میں آیات بینات اور اَلۡكِتَابُ اور اَلۡحِكۡمَةُ اور تزکیہ کے سامان پیدا کر دیئے اور ایک ایسے رسول کو مبعوث فرمایا جس نے کامل نمونہ دنیا کے سامنے رکھا جس کی پیروی اور اتباع کے نتیجہ میں انسان اپنے ربّ کی محبت کو پالیتا ہے اور اس کے انعامات کا وارث بن جاتا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ سب تعریفوں کا مستحق ہے وہ خدا سَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ فَتَعۡرِفُوۡنَهَا جو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے وقت پھر اپنی آیات بینات اور

قرآن کریم کے علوم کو ظاہر کرے گا اس کی حکمتوں کو بیان کرے گا اور ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ دنیا کے لئے دین کی راہوں پر چلنا آسان ہو جائے گا اور بشاشت قلب کے ساتھ اور اپنے ربّ کے لئے قربانیاں دینے لگیں گے اور تکمیل اشاعت دین کے وقت یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے زمانہ میں ایک عالم کا عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں آپ کی رحمت کے سایہ میں آ جائے گا اور اس وقت خدا تعالیٰ کے وہ وعدے بھی پورے ہوں گے جو اس نے ابتدا ہی میں دئے تھے کہ تمام بنی نوع انسان اللہ کی محبوب امت واحدہ بنا دیئے جائیں گے۔

غرض اس آیہ کریمہ میں یعنی رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ میں پانچ باتیں بیان ہوئی تھیں ایک مقصد اور دعا تو یہ تھی کہ ان میں ایک ایسا رسول مبعوث ہو، جس کی یہ صفات ہوں جو یہاں بیان کی گئی ہیں، جو کامل اسوہ حسنہ ہو جس کے ذریعہ سے ہمیشہ روحانی فیض جاری رہے اور دوسرے آیات بینات کا لا متناہی سلسلہ دنیا کو مل جائے تیسرے ایک ایسی کامل شریعت ہو کہ جس میں قیامت تک کوئی رخنہ اور فساد داخل نہ ہو سکے اور چوتھے انسانی عقل جو اپنے عروج اور کمال کو پہنچ چکی ہو گی اس وقت ان کو حکمت کی باتیں وہ بتائے، وجہ بتائے اور دلیل دے کہ یہ حکم اس وجہ سے دیا جا رہا ہے اور پانچویں اس کے نتیجہ میں ان کے تزکیۂ نفوس کے سامان پیدا کر دے۔

دراصل تزکیۂ نفوس آیات بینات کے بغیر اور شریعت کے احکام جو کھول کر بیان کئے گئے ہوں جن کی حکمتیں بیان کی گئی ہوں، ان کے بغیر ممکن ہی نہیں اور اصل مقصد یہ تھا کہ امت محمدیہ کی پیدائش کی اور قیام کی جو بنیادی غرض ہے وہ پوری ہو اور جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسوہ حسنہ سمجھتا اور اس کی پیروی کرتا ہے، جو شخص آیات بینات سے فائدہ اٹھاتا ہے جو شخص کامل شریعت کے احکام اور نواہی کا علم حاصل کرتا ہے اور اس کی حکمتوں سے واقف ہو جاتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے اور اس طرح پر وہ تزکیہ نفس حاصل کر لیتا ہے، وہ شخص اور وہ قوم وہ ہے جس کے متعلق ان آیات کی ابتدا میں یہ کہا گیا تھا۔ کہ ”وُضِعَ لِلنَّاسِ“ اور فرمایا تھا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تو ان آیات کی ابتدا اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ سے ہوئی تھی اور انتہا جو ہے وہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ میں بیان کی گئی ہے دراصل رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں ان کے بغیر وہ بائیس مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے جن کا ذکر ان آیات میں ہے اور جن پر میں کچھ روشنی پہلے ڈال چکا ہوں

اور جب تک وہ مقاصد حاصل نہ ہوں اس وقت تک اُمت مسلمہ خیر امت نہیں بن سکتی قرآن کریم کے اَلْکِتٰب ہونے کے متعلق اور قرآن کریم کے شریعت کی حکمتوں کے بیان کرنے کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو اقتباسات بھی اس وقت میں دوستوں کو سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے ....جس کے عقاید ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں......جس میں یہ خوبی ہے کہ......کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم کرانا نہیں چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر یک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کر کے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ دوم (مقدمہ) روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۹۱، ۹۲)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’وہی معارف دقیقہ ہیں جن کو فرقان مجید میں حکمت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ: ۲۷۰) یعنی خدا جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کو خیر کثیر دی گئی ہے یعنی حکمت خیر کثیر پر مشتمل ہے اور جس نے حکمت پائی اس نے خیر کثیر کو پالیا۔ سو یہ علوم و معارف جو دوسرے لفظوں میں حکمت کے نام سے موسوم ہیں یہ خیر کثیر پر مشتمل

ہونے کی وجہ سے بحر محیط کے رنگ میں ہیں جو کلام الٰہی کے تابعین کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے فکر اور نظر میں ایک ایسی برکت رکھی جاتی ہے جو اعلیٰ درجہ کے حقائق حقہ ان کے نفس آئینہ صفت پر منعکس ہوتے رہتے ہیں اور کامل صداقتیں ان پر منکشف ہوتی رہتی ہیں۔''

(براہین احمدیہ، حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ روحانی خزائن صفحہ ۵۳۳)

غرض یہ تیئیس مقاصد ہیں جن کا تعلق بیت اللہ کی از سر نو تعمیر سے ہے اور اس کے بیان کی ضرورت یہ پڑی کہ ایک دن اللہ تعالیٰ نے بڑے زور کے ساتھ مجھے اس طرف متوجہ کیا کہ موجودہ نسل کا جو تیسری نسل احمدیت کی کہلا سکتی ہے۔ صحیح تربیت پانا غلبہ اسلام کے لئے اشد ضروری ہے یعنی احمدیوں میں سے وہ جو ۲۵ سال کی عمر کے اندر اندر ہیں یا جن کو احمدیت میں داخل ہوئے ابھی پندرہ سال نہیں گزرے، اس گروہ کی اگر صحیح تربیت نہ کی گئی تو ان مقاصد کے حصول میں بڑی رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی جن مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ کی شکل میں دنیا کی طرف مبعوث فرمایا اور جن مقاصد کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میری توجہ اس طرف پھیری کہ اس گروہ کی تربیت کے لئے جو طریق اختیار کرنے چاہئیں ان کا بیان ان آیات میں ہے جن کے اوپر میں خطبات دیتا رہا ہوں اور اگر ان مقاصد کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے اور ان کے حصول کی کوشش کی جائے تو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ہماری یہ پود صحیح رنگ میں تربیت حاصل کر کے وہ ذمہ داریاں نباہ سکے گی جو ذمہ داریاں عنقریب ان کے کندھوں پر پڑنے والی ہیں۔ کیونکہ میری توجہ کو اس طرف پھیرا گیا تھا کہ آئندہ بیس پچیس سال اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے بڑے ہی اہم اور انقلابی ہیں اور اسلام کے غلبہ کے بڑے سامان اس زمانہ میں پیدا کئے جائیں گے اور دنیا کثرت سے اسلام میں داخل ہوگی یا اسلام کی طرف متوجہ ہو رہی ہوگی۔ اس وقت اسی کثرت کے ساتھ ان میں مربی اور معلم چاہئیں ہوں گے وہ معلم اور مربی جماعت کہاں سے لائے گی اگر آج اس کی فکر نہ کی گئی اس لئے اس کی فکر کرو اور ان مقاصد کو سامنے رکھو جو ان آیات میں بیان ہوئے ہیں اور ان مقاصد کے حصول کے لئے جس رنگ کی تربیت کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کی روشنی میں اسی قسم کی تربیت اپنے نوجوانوں کو دو۔ تا جب وقت آئے تو بڑی کثرت سے ان میں سے اسلام کے لئے بطور مربی اور معلم کے زندگیاں وقف کرنے والے موجود ہوں تا وہ مقصد پورا ہو جائے کہ تمام بنی نوع

انسان کو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ جمع کر دیا جائے گا۔

ان خطبات کے دوران ایک بزرگ نے مجھے لکھا کہ آپ کے جو خطبات ہو رہے ہیں ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام سے بھی ہے جو ’’تذکرہ‘‘ ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۰۱ پر درج ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

’’جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے، وہ بڑا عقلمند ہے کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے۔‘‘

پس میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جو میری توجہ کو اس طرف پھیرا خدا یہ چاہتا ہے کہ قوم کے بزرگ بھی اور قوم کے نوجوان بھی قوم کے مرد بھی اور قوم کی عورتیں بھی اس حکمت الٰہی کو سمجھنے لگیں جس حکمت الٰہی کا تعلق خانہ کعبہ کی بنیاد سے ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُولُو الالباب ٹھہریں اور اس کی آواز کو اور اس کے احکام کو اور احکام کی حکمتوں کو سمجھنے کے قابل ہو جائیں اور ان قدوسیوں کے گروہ میں شامل ہوں کہ جن پر اللہ تعالیٰ کے ہر آن فضل ہوتے رہتے ہیں۔ اگرچہ جو منصوبہ یا سکیم میں جماعت کے سامنے رکھوں گا اس کا اصل مقصد ان نوجوانوں کی تربیت ہے جن کی عمر اگر وہ احمدیت میں پیدا ہوئے ہیں تو ابھی ۲۵ سال تک کی ہے یا ان کی عمر اگر وہ جماعت میں نئے داخل ہونے والے ہیں تو ۱۵ سال کی ہے لیکن اس تربیت کے لئے جوان بچوں کی ہم نے کرنی ہے ان کے بڑوں کی تربیت کرنا ضروری ہے تا کہ وہ اس نسل کی تربیت کر سکیں۔ پس دوسرے نمبر پر مخاطب جماعت کے سب مرد اور جماعت کی سب بہنیں ہیں جن کی عمر اس وقت ۲۵ سال سے اوپر ہے کیونکہ ان لاکھوں نوجوانوں کی تربیت جو ۲۵ سال سے کم عمر یا دوسرے لحاظ سے پندرہ سال سے کم عمر کے ہیں صرف میں اکیلا یا میرے چند ساتھی نہیں کر سکتے ہمیں ہر گھر کی تطہیر کرنی پڑے گی تا کہ ہر گھر میں پرورش پانے والا، خدا کا سپاہی بنے اور اس کی رضا کو حاصل کرنے والا ہو۔ ہمیں ہر محلّہ، ہمیں ہر قصبہ، ہمیں ہر شہر کی پاکیزگی کے سامان پیدا کرنے پڑیں گے تا کہ اسی ماحول میں وہ نسل پیدا ہو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور ناموس پر اپنی جانیں اور اپنے اوقات اور اپنی عزتیں اور اپنے اموال خرچ کرنے والے ہوں اور قربان کرنے والے ہوں۔

شاید مجھے یوں کہنا چاہئے کہ پہلے بڑوں کی تربیت کرنا ضروری ہے تا ان کے ذریعہ سے ان چھوٹوں کی تربیت کی جا سکے جن پر بڑی ہی اہم ذمہ داریاں عنقریب پڑنے والی ہیں۔ یاد رکھیں اگر ہم نے اس

میں غفلت برتی تو ہم پر تو خدا کا غضب نازل ہوگا اور ایک اور قوم پیدا کی جائے گی جو خدا کے وعدوں کی وارث بنے گی پس اپنی جانوں کی فکر کرو اور ان ذمہ داریوں کے نباہنے کے لئے تیار ہو جاؤ جو الٰہی منشا کے مطابق ایک سکیم کے ماتحت میں آپ پر ڈالنے والا ہوں اور جن کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ اور اسی کی توفیق سے آئندہ خطبات میں میں اپنے خیالات کا اظہار کروں گا۔

(روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۲۵؍ جون ۱۹۶۷ء)

☆......☆......☆